تاریخِ اسلامی میں جھوٹے راویوں کا کردار اور تدوینِ جدید کی ضرورت

(۲/۲)

از: مفتی ابوالخیر عارف محمود
استاذ ورفیق شعبۂ تصنیف وتالیف جامعہ فاروقیہ، کراچی

ابن جریر طبری کا مذہب

تاریخ طبری کے مصنف ''ابن جریر طبری'' کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ سنی شافعی المسلک تھے، طبقاتِ شافعیہ اور دیگر رجال کی کتابوں میں یہی مذکور ہے بعد میں وہ درجۂ اجتہاد پر فائز ہوگئے تھے اور فقہائے مجتہدین کی طرح ان کا بھی مستقل مکتبِ فقہ وجود میں آگیا تھا جو ایک عرصہ تک قائم رہا۔ (۱۸) اس موقع پر یہ یاد رہے کہ اسی نام وولدیت سے ایک اور شخص بھی گزرا ہے جو رافضی تھا؛ چناں چہ علمائے رجال نے وضاحت کے ساتھ لکھا ہے کہ ابوجعفر محمد بن جریر بن رستم طبری رافضی تھا، اس کی بہت ساری تصانیف بھی ہیں، ان میں سے ایک ''كتاب الرواة عن أهل البيت'' بھی ہے، حافظ سلیمانی رحمہ اللہ کے کلام ''كان يضع للروافض'' کا مصداق بھی یہی شخص ہے۔ (۱۹)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ابن جریر طبری (سنی) کے بارے میں (مسح رجلین کے قائل ہونے کا شبہ) اس لیے پیدا ہوا؛ کیوں کہ ابن جریر جو مسح رجلین کا قائل تھا وہ ان کے علاوہ ایک اور شخص ہے جو شیعی تھا، ان دونوں کا نام اور ولدیت ایک جیسی ہے، میں نے اس (ابن جریر شیعی) کی شیعہ مذہب کے اصول وفروع کے بارے میں کتابیں دیکھیں ہیں۔ (۲۰) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ابن جریر کے بارے مسح رجلین کے قائل ہونے کی جو حکایت بیان کی جاتی ہے تو اس سے مراد محمد بن جریر بن رستم رافضی ہے؛ کیوں کہ یہ ان کا مذہب ہے، (نہ کہ اہل سنت کا)۔ (۲۱) چوں کہ دونوں کا نام ولدیت اور کنیت ایک جیسی ہے؛ اس لیے بہت سارے خواص بھی

اس سے دھوکہ کھا جاتے ہیں، پہچان کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں کے دادا کا نام جدا جدا ہے، سنی ابن جریر کے داد کا نام یزید ہے اور رافضی ابن جریر کے دادا کا نام رستم ہے۔ (۲۲)

خود شیعہ مصنّفین اور اصحابِ رجال میں سے بحر العلوم طباطبائی، ابن الندیم، علی بن داؤد حلّی، ابو جعفر طوسی، ابو العباس نجاشی اور سیّد خوئی وغیرہ نے ابن جریر بن رستم طبری کا اہلِ تشیع میں سے ہونے کی تصریح کی ہے۔ (۲۳) بہر حال دونوں ناموں اور ولدیت وکنیت میں تشابہ ہے، اسی تشابہ کا فائدہ اٹھاتے ہوئے شیعہ علماء نے ابن جریر شیعی کی بہت ساری کتابوں کی نسبت ابن جریر سنی کی طرف کرنے کی کوشش کی ہے؛ چناں چہ ڈاکٹر ناصر بن عبداللہ بن علی قفازی نے "أصول مذهب الشيعة الإمامية الإثني عشرية عرض و نقد" میں لکھا ہے: ''روافض نے اس تشابہ کو غنیمت جان کر ابن جریر سنی کی طرف بعض ان کتابوں کی نسبت کی ہے جس سے ان کے مذہب کی تائید ہوتی ہے، جیسا کہ ابن الندیم نے الفہرست، ص: ۳۳۵ میں "كتاب المسترشد في الإمامة" کی نسبت ابن جریر سنی کی طرف کی ہے؛ حالاں کہ وہ ابن جریر شیعی کی ہے، دیکھیے: طبقات أعلام الشيعة في المائة الرابعة، ص: ۲۵۲، ابن شهر آشوب، معالم العلماء، ص: ۱۰۶، آج بھی روافض بعض ان اخبار کی نسبت امام طبری کی طرف کرتے ہیں جن سے ان کے مذہب کی تائید ہوتی ہے؛ حالاں کہ وہ اس سے بری ہیں، دیکھیے: الأميني النجفي، الغدير: ۱/۲۱۴-۲۱۶۔ روافض کے اس طرزِ عمل نے ابن جریر طبری سنی کو ان کی زندگی میں بہت سارے مصائب سے دوچار کیا؛ یہاں تک کہ عوام میں سے بعض لوگوں نے انھیں رفض سے متہم بھی کیا، جیسا کہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (دیکھیے: البداية والنهاية: ۱۱/۱۴۶) (۲۴)

موضوعِ بحث

اس وقت ہمارا موضوعِ بحث علامہ ابن جریر بن یزید طبری اور ان کی تاریخ ہے، موصوف چوں کہ بڑے اور بلند مرتبہ کے عالم تھے، خاص کر قرونِ ثلاثہ کی تاریخ کے حوالہ سے ان کا نام اور کتاب کسی تعارف کے محتاج نہیں، قدیم وجدید تمام مؤرخین نے ان سے استفادہ کیا ہے۔

تاریخِ طبری کا اجمالی جائزہ

ان ساری خصوصیات کے باوجود تاریخ طبری میں جگہ جگہ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے متعلق ایسی بے بنیاد اور جھوٹی روایات مروی ہیں، جن کی کوئی معقول ومناسب توجیہ نہیں کی جاسکتی ہے، جب کہ عدالتِ صحابۂ کرام پر موجود قطعی نصوص قرآن وسنت اور اجماعِ امت کے

پیش نظر منصف مزاج اہل علم امام طبری اور خاص کر ان کی تاریخ میں مروی اس طرح کی روایات پر کلام کرنے پہ مجبور ہوئے ہیں، تاریخ طبری بڑے بڑے دروغ گو، کذّاب اور متہم بالکذب راویوں کی روایات سے بھری ہوئی ہے، بطور مثال کے تاریخ طبری کی روایات کا ایک جائزہ لینے کے لیے ڈاکٹر خالد علال کبیر صاحب نے تاریخ طبری میں موجود ثقہ وغیر ثقہ راویوں کی روایات کا ایک اجمالی خاکہ پیش کیا ہے؛ چناں چہ وہ لکھے ہیں کہ تاریخِ طبری میں اس کے بارہ (۱۲) مرکزی رواۃ کی روایات کا جائزہ لیتے ہیں، جن میں سے سات راوی کذّاب یا متہم بالکذب ہیں اور پانچ ثقہ ہیں۔

دروغ گو اور متہم بالکذب راویوں کی روایات کا اجمالی خاکہ

محمد بن سائب کلبی کی بارہ (۱۲) روایات، حشام بن محمد کلبی کی پچپن (۵۵) روایات، محمد بن عمر کی چار سو چالیس (۴۴۰) روایات، سیف بن عمر تمیمی کی سات سو (۷۰۰) روایات، ابو مخنف لوط بن یحی کی چھ سو بارہ (۶۱۲) روایات، ہیثم بن عدی کی سولہ (۱۶) روایات، محمد بن اسحاق بن سیار [یسار] (۲۵) کی ایک سو چونسٹھ (۱۶۴) روایات ہیں، ان سب کی روایات کا مجموعہ جن کو مؤرخ طبری نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے وہ انیس سو ننانوے (۱۹۹۹) ہے۔

ثقہ راویوں کی روایات کا اجمالی خاکہ

زبیر بن بکار کی آٹھ (۸) روایات، محمد بن سعد کی ایک سو چونسٹھ (۱۶۴) روایات، موسی بن عقبہ کی سات (۷) روایات، خلیفہ بن خیاط کی ایک (۱) روایت، وھب بن منبہ کی چھیالیس (۴۶) روایات ہیں۔ تاریخ طبری کے ان پانچ ثقہ راویوں کی روایات کا مجموعہ دو سو نو (۲۰۹) ہے۔

تو گویا تاریخ طبری میں دو سو نو (۲۰۹) ثقہ روایات کے مقابلہ میں ان سات دروغ گو اور متہم بالکذب راویوں کی انیس سو ننانوے (۱۹۹۹) روایات ہیں، ان دونوں کے تناسب سے اندازہ لگا جا سکتا ہے کہ تاریخ طبری جیسی قدیم اور مستند سمجھی جانے والی کتاب کا جب یہ حال ہے تو تاریخ کی باقی کتابوں کا کیا حال ہوگا۔ (۲۶)

علامہ طبری کا اعتراف

مذکورہ بالا باتوں کی تائید خود علامہ طبری کا اپنی تاریخ کے مقدمہ کے اس اعتراف سے بھی ہوتی ہے، جس میں انہوں نے واضح طور سے کہا ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب میں بغیر نقد و تمحیص کے مختلف فرقوں اور گروہوں کے راویوں کی روایات کو ان کی اسانید کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

چناں چہ قارئین کے اطمینان قلبی کی خاطر علامہ طبری کی وہ پوری عربی عبارت پیش خدمت ہے، جس میں انھوں نے محض سند کے ساتھ بغیر نقد وتمحیص کے روایات ذکر کرنے کا اعتراف کیا ہے:

”فَمَا يَكُنْ فِيْ كِتَابِيْ هَذا مِنْ خَبَرٍ ذَكَرْنَاه عن بَعْضِ الماضِيْنَ مِمَّا يَسْتَنْكِرُهُ قَارِيه، أو يَسْتَشْنَعُهُ سَامِعُه، مِنْ أَجَلِ أنَّهٗ لَمْ يَعْرِفْ لَه وَجْهاً فِيْ الصِّحَّةِ، وَلَا مَعْنٰى فِيْ الْحَقِيقَةِ، فَلْيُعْلَمْ أَنَّهٗ لَمْ يُؤْتَ فِيْ ذٰلِكَ مِنْ قَبْلِنَا، وَ إِنَّمَا مِنْ قِبَلِ بَعْضِ نَاقِلِيهِ إِلَيْنَا، وَأَنَّا إِنَّما أَدَّيْنَا ذٰلِكَ عَلٰى نَحْوِ مَا أُدِّيَ إِلَيْنَا“.(۲۷)

محترم قارئین کرام! کیا صرف سند کے ساتھ رطب و یابس، غث وسمین اور ثقہ وغیر معتبر ہر طرح کی روایات کا نقل محض کسی بھی ثقہ مصنف کے لیے معقول عذر بن سکتا ہے؟ اس پر اپنی ذاتی رائے اور نقطۂ نظر پیش کرنے کی بجائے ہم محقق علماء کی آراء نقل کر کے فیصلہ انصاف پسند قارئین پر چھوڑتے ہیں۔

علامہ ذہبیؒ اور حافظ ابن حجرؒ کا اعتراف

اس میں تو کوئی شک نہیں کہ ابن جریر طبری ائمۂ جرح وتعدیل کے نزدیک ثقہ ہیں؛ لیکن ان کے بارے میں تشیع کی طرف میلان کا قول بھی مروی ہے؛ چناں چہ علامہ ذہبی اور حافظ ابن حجر رحمہما اللہ نے ان کی توثیق کرنے کے ساتھ ساتھ دبے لفظوں میں ان کے تشیع کی طرف میلان کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا ہے: ”ثِقَةٌ صَادِقٌ فِيه تَشَيُّعٌ يَسِيْرٌ وَ مُوَالَاةٌ لَاتَضُرُّ“.(۲۸) شاید ان دونوں حضرات کے کلام کا مقصد یہ ہو کہ چوں کہ علامہ طبری نے اپنی تاریخ میں ایسی روایات بغیر نقد وکلام کے نقل کی ہیں، جن سے ان کا تشیع کی طرف میلان معلوم ہوتا ہے، لہٰذا اس تصریح کے بعد طبری کی وہ تمام روایات جن سے اہلِ تشیع کے مخصوص افکار کی تائید ہوتی ہے وہ غیر معتبر قرار پائیں گی۔

محقق عصر مولانا محمد نافع صاحب کا تبصرہ

تاریخ طبری میں منقول معتضد باللہ عباسی کا رسالہ جسے مؤرخ طبری نے ۲۸۴ھ کے تحت بلا کسی نقد وتحقیق وتمحیص اور کلام کے نقل کیا ہے، جس میں حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں حضرات کے خلاف سب وشتم اور لعن طعن کرنے کے جواز میں مواد فراہم کیا اور اس میں موجباتِ لعن وطعن درج کیے ہیں، اس رسالہ پر تنقید کرتے ہوئے ”الطبری کی حکمتِ عملی“ کے تحت محققِ عصر، یگانۂ روزگار اور عبقری شخصیت حضرت مولانا محمد نافع صاحب دامت برکاتہم العالیہ، فاضل دارالعلوم دیوبند نے ”فوائدِ نافعہ“ میں جو کچھ فرمایا وہ من وعن پیش خدمت ہے:

”غور طلب بات یہ ہے کہ صاحب التاریخ محمد ابن جریر الطبری کے لیے عباسیوں کے اس فراہم کردہ غلیظ مواد کو من وعن نقل کرکے اپنی تصنیف میں شامل کرنے کا کون سا داعیہ تھا؟ اور اس نے کون سی مجبوری کی بنا پر یہ کارِ خیر انجام دیا؟ گویا الطبری نے اس مواد کو اپنی تاریخ میں درج کر کے آنے والے لوگوں کو اس پر آگاہ کیا اور سب وشتم اور لعن طعن کے جو دلائل عباسیوں نے مرتب کروائے تھے، ان پر آئندہ نسلوں کو مطلع کرنے کا ثواب کمایا؟ چناں چہ شیعہ اور روافض رسالۂ مذکورہ میں مندرجہ مواد کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اپنی کتب میں ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر مطاعن قائم کرتے ہیں اور شدید اعتراضات پیدا کرتے ہیں۔(۲۹)

مولانا مہر محمد صاحب کی رائے

ابن جریر طبری کا مذہب، اس عنوان کے تحت مولانا مہر محمد صاحب رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ یہ وہی امام طبری المتوفی ۳۱۰ھ ہیں جنھیں اہلِ بغداد نے تشیع سے متہم کرکے اپنے قبرستان میں دفن نہ ہونے دیا تھا(۳۰)، گو شیعہ نہیں ہیں؛ تاہم اپنی تاریخ یا تفسیر میں ایسی کچی پکی روایات خوب نقل کردیتے ہیں جو شیعہ کی موضوع یا مشہور کی ہوئی ہوتی ہیں۔(۳۱)

عرب علماء کی رائے

معاصر عرب اہل علم حضرات میں سے ڈاکٹر خالد علال کبیر صاحب (۳۲) نے اپنی کتاب ”مدرسة الكذابين في رواية التاريخ الإسلامي و تدوينه“ میں مؤرخ طبری کے اس مخصوص طرزِ عمل کے بارے میں لکھا ہے کہ میرے نزدیک انھوں نے یہ (یعنی تحقیق وتمحیص کے بغیر صرف اسانید کے ساتھ روایات کو نقل کرکے) ایک ناقص کام کیا ہے، اور ان تمام روایات کے وہ خود ذمہ دار ہیں جو انہوں نے اپنی تاریخ میں مدون کی ہیں، پس انہوں نے عمداً دروغ گو راویوں سے بہ کثرت روایات نقل کیں اور ان پر سکوت اختیار کیا، یہ انتہائی خطرناک معاملہ ہے جو بعد میں آنے والی بہت ساری نسلوں کی گمراہی کا سبب بنا، انھیں (طبری) چاہیے تھا کہ وہ ان دروغ گو رایوں کا بغیر ضرورت کے تذکرہ نہ کرتے، یا ان پر نقد کرتے اور ان کی روایات کی جانچ پڑتال کرتے، صرف ان کی اسانید کے ذکر پر اکتفا کرکے سکوت اختیار نہ کرتے۔ نقدِ روایات اس لیے ضروری تھا کہ تاریخِ طبری کا مطالعہ کرنے والوں میں غالب اکثریت ان لوگوں کی ہے جن میں اتنی علمی صلاحیت نہیں ہوتی کہ وہ ان روایات پر سند ومتن کے اعتبار سے نقد کرسکیں، اگر اس سے استفادہ کرنے والے صرف حدیث، تاریخ ودیگر علوم میں متبحر ہوتے تو یہ طے شدہ بات تھی کہ وہ نقد

وتمحیص کا عمل انجام دیتے۔ (۴۳)

ڈاکٹر صاحب موصوف مزید لکھتے ہیں کہ اس معاملہ کو اس سے بھی زیادہ سنگین اس بات نے کردیا کہ طبری کے بعد آنے والے اکثر مؤرخین نے قرونِ ثلاثہ کے بارے میں ان سے بہ کثرت روایات نقل کی ہیں، جیسا کہ ابن جوزیؒ نے اپنی کتاب ''المنتظم'' میں، ابن الاثیر نے ''الکامل'' میں اور ابن کثیر نے ''البدایہ'' میں بغیر سند کے نقل کیا ہے، اور ان حضرات کا اس طرح بغیر سند کے روایات نقل کرنے سے ثقہ اور دروغ گو راویوں کی روایات خلط ملط ہوگئیں ہیں، بسا اوقات تاریخ طبری کی طرف مراجعت کے بغیر ان روایات میں تمیز مستحیل ہوجاتی ہے۔ (۴۴)

افتراق وانتشار اور گروہی اختلافات کی اساس

غرض کذّاب اور دروغ گو راویوں کی موضوع ومن گھڑت اور نصوص شریعت وحاملینِ دین متین سے متصادم روایات ہی امتِ مسلمہ میں افتراق وانتشار اور تمام گروہی اختلافات کی اساس وبنیاد ہیں، جن کو صراطِ مستقیم سے منحرف فرقوں نے جب مذہبی قداست کا لبادہ اوڑھا دیا تو اس مکتبۂ فکر کے ماننے والوں نے ان روایات کو دین اور رجال پر طعن کرنے، گمراہ افکار کی نصرت و تائید، مسلمہ حقائق اور متوارث تاریخ اسلامی میں تشکیک پیدا کرنے کے لیے بطور سلاح کے استعمال کرنا شروع کردیا۔

اتحادِ امت کا نسخہ کیمیا

امتِ مسلمہ کا درد رکھنے والا منصف مزاج محقق ضرور اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ ان دروغ گو مکتبہ فکر کے گمراہ لوگوں نے اپنے مخصوص افکار وعقائد کی بنیاد اپنے مکتبۂ فکر کے ان مخصوص اور دروغ گو راویوں کی روایات پر رکھی ہے، اور قرآنِ کریم اور سنتِ صحیحہ و دیگر نصوصِ شریعت کو درخورِ اعتنا نہیں سمجھا، اگر یہ گمراہ فرقے آج بھی قرآنِ کریم، سنتِ صحیحہ اور دیگر متواتر وقطعی نصوص شریعت کی طرف رجوع کریں گے تو امتِ مسلمہ میں ہر طرح کے اختلاف ختم ہوجائیں اور یہ امت پھر سے ایک جسد وقلب کی مانند متفق ومتحد ہوجائے گی، امتِ مسلمہ کے اتحاد کا یہی ایک نسخہ کیمیا ہے۔

تدوینِ جدید کی ضرورت

موجودہ حالات میں امتِ مسلمہ کے اختلافات، انتشار اور فرقوں میں تقسیم کو دیکھتے ہوئے ایک معتدل اور امت کا درد رکھنے والا مؤرخ ضرور تاریخِ اسلامی کی تدوین جدید کی آواز اٹھائے گا، تدوینِ جدید کے لیے کیا جانے والا جدید مطالعہ درج ذیل نکات کی روشنی میں ہو تو زیادہ مفید،

مؤثر اور نتیجہ خیز ثابت ہوسکتا ہے:

۱۔شریعتِ مطہرہ اور درایت وعقل کے خلاف روایت مردود ہے؛ چناں چہ علماء نے صراحت کی ہے کہ جو روایت بھی درایت اور عقل کے خلاف ہو، یا اصولِ شریعت کے مناقض ہو تو جان لیں کہ وہ روایت موضوع ہے اور اس کے راویوں کا کوئی اعتبار نہیں اسی طرح جو روایت حس اور مشاہدہ کے خلاف ہو، یا قرآن کریم، سنتِ متواترہ اور اجماعِ قطعی کے مبائن ہو تو وہ روایت بھی قابلِ قبول نہیں۔(۳۵)

۲۔صحابہ وائمہ دین کی عیب جوئی سے متعلق روایت بھی قابلِ اعتبار نہیں؛ کیوں کہ روایات وضع کرنے والوں میں بعض لوگ وہ ہیں جنھوں نے حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمۂ دین کی برائیاں اور عیب بیان کرنے کے لیے، یا اپنے دیگر مذموم اغراض ومقاصد کی تکمیل کے لیے روایات وضع کی ہیں، ان کا یہ عمل یا تعنت وعناد کی وجہ سے ہے یا تعصب وفساد کی وجہ سے ہے، پس ان لوگوں کی روایات کا کوئی اعتبار نہیں؛ جب تک کہ ان کی کوئی سند معتمد نہ پائی جائے، یا سلفِ صالحین میں سے کسی نے اس پر اعتماد نہ کیا ہو۔(۳۶)

علامہ نووی رحمہ اللہ نے قاضی عیاض اور علامہ مازری رحمہما اللہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ہمیں حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ حسنِ ظن رکھنے اور ہر بری خصلت کی ان سے نفی کا حکم دیا گیا ہے؛ لہٰذا اگر ان کے بارے میں کسی روایت میں اعتراض پایا جائے اور اس کی صحیح تاویل کی کوئی گنجائش نہ ہو تو اس صورت میں ہم اس روایت کے راویوں کی طرف جھوٹ کی نسبت کریں گے۔(۳۷)

علامہ عبدالعزیز فرہاروی رحمۃ اللہ نے لکھا ہے کہ اس بارے میں اہلِ سنت کا مذہب یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اس کی مناسب تاویل کی جائے اور اگر مناسب تاویل ممکن نہ ہو تو اس روایت کو رد کر کے سکوت اختیار کرنا واجب ہے اور طعن کو بالیقین ترک کرنا ہوگا؛ اس لیے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے تمام صحابۂ کرامؓ سے مغفرت اور جنت کا وعدہ کیا ہے۔(۳۸)

۳۔نہایت اعتدال کے ساتھ ان تمام مؤرخین کی کتابوں سے ثقہ اور جھوٹے وکذّاب راویوں کی روایات میں تمیز کیا جائے، جنھوں نے اپنی کتابوں میں دونوں طرح کی روایات کو جگہ دی ہے، جیسا کہ خلیفہ بن خیاط، محمد بن سعد، زبیر بن بکار، موسی بن عقبہ، وھب بن منبہ، ابن جریر طبری اور ابن اثیر وغیرہ۔

۴۔تاریخی روایات کی سند اور متن ہر دو اعتبار سے نقد وتمحیص وتحقیق کے مسلمہ قواعد کی روشنی میں جائزہ لے کران پر محتاط ومحققانہ کلام کیا جائے۔

۵۔اس بات میں بھی تفریق ضروری ہے کہ مؤلف اور صاحبِ تاریخ خود تو ثقہ ہیں؛ لیکن اس نے نقل واقعات وروایات میں دروغ گو اور کذّاب راویوں پر اعتماد کیا ہے، جیسا کہ ابن جریر طبری کا حال ہے، ایسی صورت میں اس مؤرخ کی صرف ثقہ راویوں والی روایات مقبول قرار پائیں گی، دروغ گو وکذّاب رواۃ کی روایات مردود سمجھی جائیں گی۔(۳۹)

۶۔اگر صاحبِ تاریخ خود کذّاب ودروغ گو ہو تو پھر اس کی کتاب میں موجود ثقہ لوگوں کی روایات بھی غیر معتبر قرار دے دی جائیں گی۔

۷۔اصل اور ضابطہ تو کذاب راویوں کی روایات کے بارے میں عدمِ قبولیت کا ہے؛ البتہ اگر ان کی کوئی روایت، قرآنِ کریم، سنتِ مبارکہ اور اجماعِ امت کے مخالف نہ ہو تو دیگر ثقہ راویوں کی روایت کی تائید میں قرائن ومرجحات کی موجودگی میں قبول کرنے کی گنجائش ہوگی۔

۸۔دینی امور، صحابۂ کرام، ائمہ وسلفِ صالحین کے علاوہ دیگر دنیاوی معاملات میں اگر کسی ثقہ راوی کی روایت دستیاب نہ ہو تو بصورت مجبوری دروغ گو راویوں سے منقول روایات نقلِ واقعہ کی غرض سے ذکر کرنے کی گنجائش ہوگی؛ مگر اس سے علمِ یقین حاصل نہ ہوگا۔

۹۔تاریخ اور تحقیق کے نام پر محض مؤرخین کی ذکر کردہ روایات سے اخذ کردہ نتائج بھی غیر مقبول شمار ہوں گے؛ البتہ حقیقی اور مسلمہ اصولوں کے تحت روایت قابل قبول قرار پائے تو اس سے ماخوذ نتائج درست قرار دیے جائیں گے۔

۱۰۔اس پورے عمل کے دوران اس بات کا استحضار رہے کہ ہماری تاریخ دروغ گو مکتبۂ فکر کی اغواکاری کا شکار رہی ہے، لہٰذا معمولی سی غفلت بھی موجودہ اور آئندہ آنے والی امتِ مسلمہ کی نسلوں میں تشکیک، تحریف، تضلیل، ائمۂ دین واسلاف سے بیزاری اور گروہی اختلافات کی آڑ میں ان تاریخی روایات کی بنیاد پر کشت وخون کی ہولیاں کھیلے جانے کا سبب بن سکتی ہے۔(۴۰)

أللھم أرنا الحقّ حقاً وارزقنا اتباعہٗ و أرنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابہٗ.

❀ ❀ ❀

حواشی وحوالہ جات

(۱۸) طبقات الشافعیة الکبریٰ:۲/۱۳۵۔۱۳۸،تذکرة الحفاظ : ۲/۷۱۰۔۷۱۶،میزان الاعتدال :۳/۴۹۸،

۴۹۹، لسان الميزان :۵/۱۰۰، ۱۰۳

(۱۹) تذكرة الحفاظ : ۲ / ۷۱۰ - ۷۱۶،ميزان الاعتدال :۳/۴۹۸، ۴۹۹ ،لسان الميزان :۵/۱۰۰،۱۰۳

(۲۰) حاشية الإمام ابن القيم على سنن أبي داؤد في ذيل عون المعبود:۲/۲۰۵

(۲۱) لسان الميزان :۵/۱۰۳

(۲۲) ميزان الاعتدال :۳/۴۹۹ ،لسان الميزان :۵/۱۰۳

(۲۳) الفوائد الرجالية:۷/۱۹۹ ،مكتبة العلمين الطوسي و بحر العلوم في نجف الأشرف،مكتبة الصادق طهران، الفهرست،ص:۵۸، رجال ابن داؤد للحلّي:۱/۳۸۶،رجال الطوسي لأبي جعفر الطوسي: ۲/۲۴۲ ، مؤسسة النشر الإسلامي قم،رجال النجاشي لأبي العباس أحمد بن علي النجاشي: ۱/۳۷۸، مؤسسة النشر الإسلامي قم ،معجم رجال الحديث للسيد الخوئي: ۱/۱۳۲، ۱۲/۱۵۴، ایران

(۲۴) أصول مذهب الشيعة الإمامية الإثني عشرية عرض و نقد:۳/۱۴۹

(۲۵) ڈاکٹر خالد صاحب کی کتاب میں دو بار ''یسار'' کی جگہ ''سیار'' آیا ہے، غالبًا یہ کمپوزنگ کی غلطی ہے، محمد بن اسحاق بن یسار کے بارے میں جرح اور تعدیل دونوں طرح کے اقوال ملتے ہیں؛ البتہ ابن اسحاق جمہور کے نزدیک ثقہ ہے، (تعلیقات الشیخ عبد الفتاح أبو غدہ علی الرفع والتکمیل ص:۱۱۴-۱۱۶، مکتبۃ الدعوۃ الإسلامیۃ بشاور)لیکن یہ ذہن نشین رہے کہ موصوف چوں کہ تشیع سے بھی متہم ہیں، (تہذیب الکمال:۲۴/۴۱۶، مؤسسۃ الرسالۃ)؛ اس لیے ان کی وہ تمام روایات جن سے تشیع کی کسی بھی طرح تائید ہوتی ہے غیر معتبر ہوں گی۔

(۲۶) تفصیل کے لیے دیکھیے : مدرسة الكذابين فى رواية التاريخ الإسلامي و تدوينيه، ص:۴۵-۴۷،دار البلاغ الجزائر

(۲۷) تاريخ الطبري، خطبة الكتاب : ۱/۱۳

(۲۸) ميزان الاعتدال :۳/۴۹۹ ،لسان الميزان :۵/۱۰۰

(۲۹) فوائد نافعہ:۱/۵۷-۵۸، دار الکتاب لاہور

(۳۰) معجم الأدباء :۶/۵۱۴

(۳۱) ہزار سوال کا جواب، ص:۹۷، مرحبا اکیڈمی

(۳۲) موصوف نے جامعۃ الجزائر سے تاریخ اسلامی میں ڈاکٹریٹ کی ہوئی ہے۔

(۳۳) مدرسة الكذابين في رواية التاريخ الإسلامي و تدوينه: ۱/۶۷، ۶۸

(۳۴) حوالۂ سابق

(۳۵) فتح المغيث: ۱/۲۴۹، ۲۵۰

(۳۶) الأجوبة الفاضلة اللأسئلة العشرة الكاملة ، ص:۲۹

(۳۷) شرح النووى ، كتاب الجهاد، باب حكم الفيء:۱۲/۲۹۶ ،دار المعرفة

(۳۸) الناهية عن طعن أمير المؤمنين معاوية رضى الله عنه ،ص:۶۶،

(۳۹) مدرسة الكذابين في رواية التاريخ الإسلامي و تدوينه ،ص:۵۳

(۴۰) حوالۂ سابق